

روس اور ترکی کے درمیان روسی S-400 میزائلوں کا بحران

تحریر: استاد حسن حمدان

(ترجمہ)

یہ بحران ہمیں شام کے انقلاب کی طرف واپس لے جاتا ہے، جہاں روس امریکہ کے مفادات کے تحفظ کے لیے شام میں داخل ہوا، یہ گمان کرتے ہوئے کہ اسے انعامات اور مراعات ملیں گی اور اس پر سے پابندیاں اٹھائی جائیں گی، اور شاید جزیرہ نما کریمیا پر اس کے قبضے سے بھی نظریں چرائی جائیں گی۔

اور جب انقلاب طویل ہو گیا اور روس پر یہ واضح ہو گیا کہ وہ ایک دلدل میں داخل ہو چکا ہے، تو امریکہ نے محسوس کیا کہ روس اب اس خطرے کو بھانپ چکا ہے، اس لیے اسے ڈر ہوا کہ کہیں روس امریکی حکمت عملی سے باہر جلد بازی میں کوئی قدم نہ اٹھالے۔ چنانچہ اس نے ترکی کو اشارہ کیا کہ وہ روس کے ساتھ ایک طرح کے اتحاد میں شامل ہو جائے، تاکہ اس کے حملوں کی رفتار کو اس طرح کنٹرول کیا جاسکے کہ وہ طے شدہ حدود سے تجاوز نہ کریں، اور وہ یہ ہیں: ادلب میں جمع ہونے والی اپوزیشن کو شام کے بحران کے حتمی حل کے لیے امریکی منصوبے کی تکمیل سے پہلے ختم نہ کیا جائے، کیونکہ امریکہ چاہتا ہے کہ جب حتمی حل ترتیب دیا جائے تو اپوزیشن حکومت کے ساتھ مذاکرات کے لیے باقی رہے۔ اور بظاہر ترکی انقلاب کا دوست نظر آتا تھا، جبکہ روس حکومت کا دوست دکھائی دیتا تھا۔

روسی طیارے کو مار گرانے کے واقعے کے بعد روس اور ترکی کے درمیان تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ چونکہ امریکہ دونوں فریقوں کے درمیان مفاہمت میں دلچسپی رکھتا تھا، اس لیے اس نے یہ رائے دی کہ ترکی معذرت کرے اور روس کے قریب ہو جائے، اور حقیقت میں ایسا ہی ہوا۔ چنانچہ پہلے ترکی اس بات پر زور دیتا رہا کہ روسی طیارے نے اس کی فضائی حدود کی خلاف ورزی کی تھی اور وہ معافی مانگنے کا مستحق نہیں ہے، مگر پھر وہ پیچھے ہٹ گیا اور 27 جون 2016 کو معافی مانگ لی۔

اس وقت کریملن کے ترجمان دیستری پیسکوف نے بیان دیتے ہوئے کہا: "ترکی کے صدر نے ہلاک ہونے والے روسی پائلٹ کے اہل خانہ کے ساتھ اپنی ہمدردی اور گہری تعزیت کا اظہار کیا ہے، اور معذرت بھی پیش کی ہے،" انہوں نے مزید کہا کہ ایردگان نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ وہ "ترکی اور روس کے درمیان روایتی دوستانہ تعلقات کی بحالی کے لیے ہر ممکن کوشش کریں گے" (العربیہ، 27/6/2016)۔

اس کے بعد تعلقات بہت اچھے ہو گئے، اور ایردگان نے پیوٹن کے ساتھ معاہدوں اور مسلسل ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کیا؛ چنانچہ 29/6/2016 کو فون پر ان سے رابطہ کیا، اور ترکی کے صدارتی ذرائع کے مطابق: (یہ کال انتہائی دوستانہ ماحول میں ہوئی)۔ پھر ترکی اور روس دوستوں کے روپ میں سامنے آئے، چنانچہ ایردگان پیوٹن کو دوست کہہ کر مخاطب کرنے لگے، اور شام میں ان کے درمیان تعاون اور کمزور فریب اپنے عروج پر پہنچ گیا، اور ایردگان کو ایک ایسے کھلے دشمن کا دوست سمجھا جانے لگا جو مسلمانوں کو قتل کر رہا تھا اور گھروں پر میزائل برسا رہا تھا۔

یہ صورتحال 2017 کے اواخر تک برقرار رہی، جب روس کی پوزیشن مشکل ہو گئی اور اس نے ادلب میں اپوزیشن کو ختم کرنے کے اشارے دینا شروع کیے۔ یہ معاملہ اس حد تک حساس تھا کہ امریکہ کو ڈر ہوا کہ کہیں روس اپنی ضد پر اڑ کر اس کی فرمانبرداری سے باہر نہ نکل جائے، اور شام کے بحران کے امریکی سیاسی حل کے پختہ ہونے سے پہلے ادلب پر حتمی حملہ کرنے کا ارادہ نہ کر لے۔ اس مرحلے پر یہ ضروری تھا کہ ترکی ایک اتحاد کی شکل میں روس کے ساتھ مضبوطی سے قریب ہو جائے، تاکہ ادلب پر کوئی بھی بڑا حملہ دونوں فریقوں کی رضامندی کے بغیر واقع نہ ہو۔

اور اس طرح ڈھائی ارب ڈالر مالیت کے S-400 نظام کا سودا وجود میں آیا، جو کہ روس کے لیے خاص طور پر اس کے اقتصادی بحران اور اس پر لگی مغربی پابندیوں کے پیش نظر ایک پرکشش سودا تھا۔ ایردگان نے اس کا جواز یہ پیش کیا کہ جولائی 2016 کے وسط میں ناکام فوجی بغاوت کی کوشش کے بعد آدھے سے زیادہ ترک پائلٹوں کو گرفتار کر لیا گیا

تھا، لہذا ترکی کی فضائیہ کے پاس اب اتنی تعداد میں اہل پائلٹ موجود نہیں ہیں جو اس کے پاس موجود تمام F-16 لڑاکا طیاروں کو اڑا سکیں؛ چنانچہ اسے روسی پائلٹوں کی اس کمی کو پورا کرنے کے لیے جدید روسی S-400 نظام کی ضرورت ہے تاکہ ملک کے فضائی دفاع کو محفوظ بنایا جاسکے۔

روس اس سودے پر خوش تھا، لیکن ترکی نے شروع میں اس نظام کی مشترکہ پیداوار میں تعاون کی شرط رکھی تھی، جسے روس نے مسترد کر دیا، پھر ترکی اس شرط کے بغیر سودے پر راضی ہو گیا، لیکن اس کے ذریعے وہ اس وقت ادلب پر روس کے حملے کو روکنے میں کامیاب رہا۔ امریکہ اس سودے کے بارے میں جانتا تھا اور اس نے شروع میں اس پر کوئی سخت موقف اختیار نہیں کیا، بلکہ معاملات کو سکون سے چلنے دیا، یہاں تک کہ جب اس کا مقصد حاصل ہو گیا، تو اس نے دوبارہ یہ معاملہ اٹھایا اور دباؤ ڈالنا شروع کر دیا۔ چونکہ ترکی اس بحران کے خطرات کو سمجھتا ہے، اس لیے اس نے اس نظام کو ذخیرہ کر کے رکھا اور اسے استعمال یا نصب نہیں کیا، خاص طور پر امریکہ کی جانب سے "کائٹا" (CAATSA) قانون کے تحت پابندیوں کے بعد، جو کہ 2017 میں روس کے ساتھ بڑے فوجی سودے کرنے والے ممالک پر پابندیاں لگانے کے لیے بنایا گیا ایک امریکی قانون ہے، اور اس کا ایک نمایاں نتیجہ ترکی کو پانچویں نسل کے F-35 لڑاکا طیاروں کے پروگرام سے مکمل طور پر نکالنا تھا۔

اور حال ہی میں ترکی میں منعقدہ نیٹو سربراہی اجلاس میں ٹرمپ اور ایردگان کی ملاقات کے بعد کئی مسائل پر اتفاق ہوا، جن میں S-400 نظام سے دستبرداری کے بدلے ترکی پر سے پابندیاں اٹھانا بھی شامل تھا، اور اس تجویز میں اسے کسی خلیجی ملک کو بیچنا بھی شامل تھا۔ زیادہ درست الفاظ میں: اس نظام کی خریداری شام کے انقلاب سے متعلق امریکی گرین سگنل کے تحت سیاسی وجوہات کی بنا پر تھی، اور اس سے دستبرداری اور اس کی فروخت بھی امریکہ - ایران جنگ سے متعلق امریکی گرین سگنل کے ساتھ آئی ہے۔ دونوں صورتوں میں ایردگان کے ترکی نے یہ سب امریکی مفادات کی خدمت کے لیے کیا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایردگان نے کسی نہ کسی کردار کے ساتھ جنگ میں شرکت پر رضامندی ظاہر کر دی ہے، اور یہاں شرکت شاید ایران پر براہ راست حملے یا لڑائی میں عملی شمولیت کی صورت میں نہ ہو، بلکہ فوجی اڈوں کو کھولنے، ترکی کی سر زمین کو استعمال کرنے اور ترکی اور خلیجی ممالک کے درمیان دفاعی معاہدوں کو فعال کرنے کے ذریعے ہو۔

یہ بات ٹرمپ اور ایردگان کے تعلقات کی مضبوطی، اور ٹرمپ کی جانب سے ایردگان کی بہت زیادہ تعریف و توصیف سے ثابت ہوتی ہے، اور ان کی یہ بات کہ ایردگان نے ٹرمپ کے ساتھ اپنے تعلقات کی خاطر یہودی وجود کے خلاف جنگ میں شرکت سے گریز کیا، وہ تعلقات جو مقدسات، خون، عزتوں اور غزہ کی قیمت پر قائم ہوئے۔ لیکن کچھ عقلیں ایسی ہیں جن کے لیے باطل کو خوشنما بنا دیا گیا ہے تو انہیں اب حق نظر نہیں آتا، اور انہوں نے محض دوسرے سے موازنہ کرنے کی بنیاد پر باطل کی تعریفیں کرنا شروع کر دی ہیں... ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔